سیرتِ رسولؐ پر اعتراضات کا جائزہ

ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات ہر لحاظ سے جامع ومکمل ہے اور پوری انسانیت کے لیے اس میں اسوہ ہے۔ یہی وہ دنیا کی واحد عظیم ہستی ہے جس کی آمد اور مبعوث کیے جانے کی بشارت بشمول ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے سابقہ آسمانی کتابوں میں دی گئی ہے، اور ان کے کاموں کو بھی متعین کیا گیا ہے اور پوری انسانیت سے کہا گیا ہے کہ جب ان کا زمانہ پاؤ تو ان کی اتباع کرو۔ اسی بات کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: ''وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو'' (البقرہ ۲:۱۴۶)، کیوں کہ حضورؐ کی نبوت بہ مقابلہ اپنی اولاد کی پہچان کے بھی زیادہ واضح ہے (حافظ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دیوبند، ۲۰۰۲ء، ج ۱، ص ۲۲۵)۔ اس لیے یہ بات سرے سے ہی بے بنیاد ہے کہ نبی آخرالزماںؐ کی بعثت اور ان کے مقام ومرتبہ سے دنیا ناواقف ہے۔

مشرکین کے اعتراضات اور احترامِ رسولؐ

آپؐ انتہائی نازک دور میں انسانیت کی ہدایت وفلاح کے لیے مبعوث کیے گئے تاکہ اخلاقی قدروں کو بحال کیا جاسکے اور دین اسلام کو تکمیل کے آخری مرحلے تک پہنچایا جاسکے۔ اس کے بعد کوئی حجت باقی نہ رہے۔ ''آج کے دن تمھارا دین مکمل ہوگیا اور ہم نے اپنی نعمتوں کو تم پر تمام کردیا'' (المائدہ ۵:۳)، اور ''محمدؐ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیا ہیں'' (الاحزاب ۳۳:۴۰) کا یہی مطلب ہے۔ خود نبی اکرمؐ نے فرمایا:

''میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کی مثال اس عمارت کی سی ہے کہ جس نے ایک خوب صورت حسین وجمیل عمارت بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ،لوگ اس عمارت کو دیکھ کر حیرت کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی۔آپؐ نے فرمایا: ''وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیینؐ ہوں'' (بخاری، کتاب المناقب)۔ دوسرے کئی مواقع پر بھی آپؐ نے خود کو خاتم النبیینؐ ہونے کی خبر دی ہے۔(مسلم، کتاب الفضائل، ترمذی، ابواب الفتن، مسند احمد بن حنبل، ج ۲،ص ۳۹۸، ۴۱۳، ج ۳،ص ۷۹، ۲۴۸، ج ۴،ص ۸۱، ۸۴، ۱۳۷)

نبی اکرمؐ نے پہلی بار اپنی نبوت کا اعلان کیا تو سوائے چند ایک کے پورا مکہ آپؐ کا مخالف اور درپے آزار ہوگیا۔ یہ عداوت آپؐ تک ہی محدود نہ تھی بلکہ ان لوگوں کے ساتھ بھی شقاوت کا مظاہرہ کیا گیا جو حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ کفار ومشرکین نے اپنے عقائد کے بینار کو، زمیں بوس ہوتا ہوا دیکھ کر ضرور بے تکے پن کا اظہار کیا، لیکن کیا تمام لوگوں نے آپؐ کی باتوں سے منہ پھیر لیا تھا اور کانوں میں روئی ٹھونس لی تھی؟ نہیں، بلکہ ان کی مثال اس عاشق کی تھی کہ نفرت اور غصے کی حالت میں بھی اپنے معشوق کو دزدیدہ اور ترچھی نگاہ سے دیکھتا اور اپنے من کی دنیا کو سرشار کرتا ہے۔

مکی دور کا مطالعہ کریں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ آپؐ جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے کفار ومشرکین وہاں پہنچ جاتے اور اپنے منشا کے خلاف کوئی بات سنتے تو ہڑبونگ مچا دیتے۔ قرآن مجید میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: ''اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور وغل کرو شاید کہ تم غالب آجاؤ'' (فصلت ۴۱:۲۶)۔ ان اوچھی حرکتوں کے باوجود چھپے دل سے وہ اس بات کو بھی تسلیم کرتے تھے کہ آپؐ کے کلام میں صداقت اور عجیب طرح کی حلاوت ہے۔ بعض وقت یہ لوگ چھپ چھپا کر رات کے اندھیرے میں قرآن کریم کو سننے کے لیے وہاں پہنچ جاتے جہاں نبیؐ اس کی تلاوت کر رہے ہوتے (محمد بن عبداللہ بن ہشام، سیرت النبیؐ، مطبع حجازی، قاہرہ، ج ۱، ص ۳۳۷-۳۳۸)۔ کفار مکہ نے آپؐ کے متعلق مختلف نظریات قائم کیے، تو ہمات کو منسوب کیا اور لوگوں میں اس کی تشہیر کی، مگر آپؐ کی سیرت وشخصیت اور آپؐ کے کردار پر کبھی کوئی حملہ نہ کیا، اور نہ یہ کہا کہ آپؐ فلاں برائی کے عادی اور اس میں ملوث ہیں۔

حج کے موقع پر کفار نے مل کر ایک لائحہ عمل تیار کیا، تا کہ نو واردوں کو آپؐ کی باتیں سننے

سے روکا جاسکے۔ سب لوگوں نے اپنی اپنی راے پیش کی کہ ان لوگوں کے سامنے ایسا ویسا کہا جائے لیکن ولید بن مغیرہ نے یک لخت ان کی راے کو کالعدم کر دیا۔ اس نے کہا: اس کے کلام کی جڑیں وسیع اور مستحکم ہیں اور اس کی شاخیں ثمردار ہیں، اس کے متعلق تم جو بھی راے قائم کروگے، وہ تمھارے خلاف جائے گی۔ بہترین بات جو تم محمد کے متعلق کہہ سکتے ہو وہ یہ کہ یہ شخص جادوگر ہے اور جو باتیں وہ کہتا ہے وہ ایسا سحر ہے کہ اپنوں کو اپنوں سے بے گانہ اور خاندان کو خاندان سے جدا کر دیتا ہے۔ (ایضاً، ص ۲۸۳-۲۸۴)

عتبہ بن ربیعہ سرداران قریش کے مشورے سے حضوؐر کی خدمت میں پہنچا اور اپنا مدعا ظاہر کیا۔ یہ بھی پیش کش کی کہ اس کے عوض آپؐ کو جو مطلوب ہو اسے واضح کریں ہم اسے پورا کیے دیتے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے اس کی باتوں کو سننے کے بعد سورۂ حٰم سجدہ کی تلاوت کی۔ اس کے بعد فرمایا: آپ نے میری باتوں کو بہ غور سن لیا۔ اب آپ جانیں اور وہ۔ عتبہ وہاں سے اٹھا اور سیدھے قریش کی مجلس میں پہنچا۔ لوگوں کی نظر میں اب عتبہ وہ نہ رہا جو جاتے وقت تھا۔ عتبہ نے اپنا تاثر لوگوں کے سامنے جس انداز اور الفاظ میں ظاہر کیا اس سے بہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ اس نے حضوؐر کی کامیابی اور ناکامی کو ہر دو اعتبار سے اپنی اور اپنی قوم ہی کی کامیابی پر محمول کیا۔ (ایضاً، ص ۳۱۳-۳۱۴)

دین کی توسیع و اشاعت کے لیے اللہ کے رسولؐ نے طائف کا سفر کیا۔ وہاں کے سرداروں میں سے ایک نے یہ بھی کہا: ''اگر تو واقعی اللہ کا نبی ہے تو اپنی زبان سے تیری بے ادبی کرکے میں اپنی عاقبت خراب نہیں کرسکتا'' (ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۶ء، ج ۲، ص ۶۳-۶۴)۔ ایسا اس نے اس وقت کہا، جب کہ اس پر ابھی نبوت کی حقیقت پوری طرح واضح نہیں ہوئی تھی، مگر اب صورت حال دوسری ہے۔ حق واضح ہوگیا ہے اور اس کی تفصیلات کتب معتبرہ میں موجود ہیں۔ اسے تسلیم کرنے کے لیے ایمان کامل اور یقین راسخ کی ضرورت ہے۔

شاہ حبشہ کے دربار میں کفار کے سفیر نے آپؐ کے متعلق مختلف قسم کی باتیں کہیں، مگر اس نے آپؐ کے اخلاق و کردار پر جارحانہ حملہ نہیں کیا (سیرت النبیؐ، ج ۱، ص ۳۵۸-۳۶۴)۔ ہرقل شاہ روم نے صرف مکہ کے کچھ لوگوں کی زبانی جو آپؐ پر ایمان نہیں لائے تھے آپؐ کے احوال سنے تھے، آپؐ کا گرویدہ ہوگیا مگر وہ بعض وجوہ سے ایمان نہ لا سکا۔ اپنی آسمانی کتاب کی بشارت کی

روشنی میں وہ فوراً ہی سمجھ گیا کہ آپؐ نبی برحق ہیں، جس کا پوری دنیا کو شدت سے انتظار ہے (بخاری، کتاب الوحی، باب کیف کان بدء الوحی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج ۱، ص ۳۱-۳۵)۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ آپؐ کا تعارف جس آدمی نے کرایا وہ آپؐ کا جانی دشمن تھا۔ اس نے وہی بات بادشاہ کے سامنے دہرائی جس کا تعلق حقیقت سے تھا، حالاں کہ ایک لحظے کے لیے اس کے دل میں خیانت کرنے کی بات بھی آئی، مگر وہ ایسا نہ کرسکا۔

حضوؐر کے متعلق کفار و مشرکین نے جو نظریات قائم کیے اور آپؐ کے سلسلے میں خود ان کی ذاتی رائے کیا تھی، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک ہندو دانش ور لکھتے ہیں: ''تاریخ گواہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معاصرین خواہ وہ دوست ہوں یا دشمن، زندگی کے ہر شعبے اور انسانی سرگرمیوں کے ہر میدان میں پیغمبرؐ اسلام کی اعلیٰ خوبیوں، ان کی بے داغ ایمان داری، اخلاقی اوصاف، بے پناہ خلوص اور شبے سے بالاتر امانت و دیانت کے معترف تھے۔ یہاں تک کہ یہودی اور وہ لوگ جو آپ کی دعوت پر ایمان نہیں لائے تھے، ذاتی معاملات میں آپؐ کو ثالث بناتے تھے کیوں کہ وہ آپؐ کی غیر جانب داری پر کامل یقین رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے پیش کردہ دین کو قبول نہ کرنے والے بھی کہتے تھے: ''اے محمدؐ! ہم تمھیں جھوٹا نہیں کہتے لیکن ہم اس کا انکار کرتے ہیں جس نے تم پر کتاب اتاری اور تمھیں رسول بنا کر بھیجا''۔ وہ سمجھتے تھے کہ آپؐ پر کسی جن یا بھوت کا اثر ہے۔ آپؐ کو اس اثر سے چھڑانے کے لیے وہ تشدد پر آمادہ ہوگئے۔ لیکن ان کے بہترین انسانوں نے دیکھا کہ آپ ایک انوکھی بصیرت کے مالک ہیں اور پھر وہ اس بصیرت کو حاصل کرنے کے لیے دوڑ پڑے''۔ (راما کرشنا راؤ، اسلام کے پیغمبر محمدؐ، دہلی، ۲۰۰۶ء، ص ۱۴)

مغرب کی عداوت اور اعتراضات

جیسے جیسے مدینہ کے یہودیوں کو علم ہوتا گیا کہ نبی کریمؐ بنی اسماعیل میں سے ہیں، ان کی عداوت بڑھتی چلی گئی۔ حضوؐر کو جانی و مالی اذیت پہنچانے کے ساتھ انھوں نے آپؐ کی سیرت اور شخصیت پر پروپیگنڈے کی شکل میں اعتراضات کیے۔ تقریباً یہی صورت اس وقت تک برقرار رہی جب تک مغربی دنیا نے اسلامی علوم سے واقفیت نہ حاصل کر لی تھی۔ مذہبی رہنماؤں کے ذریعے برپا کی ہوئی صلیبی جنگوں میں ناکامی نے یورپ کے بُغض و عناد کو مزید بھڑکا دیا۔ اس کے بعد انھوں نے

اپنی شکست کو فتح میں بدلنے کے لیے انتہائی تکلیف دہ باتیں نبیؐ سے منسوب کیں۔ زمانے کے تغیر کے ساتھ مغرب میں دورِ دانش کی ہوا چلی تو انھوں نے اپنی حکمت عملی بدلی اور علمی بنیادوں پر سیرتِ رسولؐ پر اعتراضات اٹھانا شروع کیے، نہایت کم زور اور فرضی دلائل کے ساتھ۔ ہر بری بات کو آپؐ سے منسوب کیا: ضمیات وضع کیں، چڑیا اور چڑے کی کہانیاں گھڑیں، وحوش و بہائم کی دل خراش داستانیں ترتیب دیں۔ کنویں کا افسانہ تراشا، بیماری کے قصے تیار کیے، نزول وحی کی کیفیات کو صرع سے تعبیر کیا اور وحی کو لاشعوری واہمہ ٹھیرایا، تعدد ازواج کو نفس پرستی پر محمول کیا، آپؐ کی تنگی و ترشی کو عیش و عشرت سے تعبیر کیا، اسلام کو پر تشدد مذہب ثابت کیا اور نبیؐ کو اس کا علم بردار، چنگیز کے اسلاف سے تعلق ثابت کرنے کے لیے خراسان کی وطنیت موسوم کی، ہسپانیہ کے مفروضہ سفر کے اہتمام کیے، راہبوں سے نام نہاد تعلیم کے حصول کے ڈھول پیٹے، عیسائی فوج میں تربیت کی داستان تراشی، فرضی حکم رانوں کے خون کا الزام رکھا، عیسائی عہدہ داری اور الوہیت کی تہمت دھری، پھر جو کروٹ بدلی تو جہنم کے شیاطین کو بھی پناہ مانگنے پر مجبور کر دیا۔ منفی جذبات ہمیشہ انصاف کا خون کرتے ہیں۔ مغرب کو حقائق کا علم ہو چکا ہے، لیکن تعصب اور دشمنی ابھی تک ذہن سے چمٹے ہوئے ہیں۔ (ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی، اسلام ، پیغمبرؐ اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، ۲۰۰۷ء، ص ۱۶۲ و ۳۱۹)

پرانے الزامات کو نئے روپ میں اور اسی قدیم نظریے کو نئے الفاظ کے کے قالب میں ڈھالا جاتا ہے۔ ان باتوں کو اشاعت کے لیے فلموں، ڈراموں اور کارٹونوں کا بھی سہارا لیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں: ''کائنات کی کوئی اور شخصیت اس قدر موضوع گفتگو نہیں بنی، جس قدر کہ سرور کائناتؐ کی ہمہ جہت شخصیت۔ عالم اسلام میں قلم ان کے عشق و مستی میں سرشار تو عالم عیسائیت کا قلم بُغض و عناد میں ڈوبا ہوا۔ ابوجہل و ابولہب نے اگر انھیں شاعر و ساحر و مجنون و مفتون قرار دیا تو صادق و امین و حلیم و کریم بھی تسلیم کرتے تھے۔ لیکن مغرب کی نظریں عرب جاہلیہ کے تعادل سے بھی عاری تھیں۔ انھیں سوائے قبح کے کوئی حسن نظر نہیں آتا۔ اپنی کورچشمی کو وہ ان کی شخصیت کا عکس سمجھے، اپنی ذہنی قبح کو الفاظ میں ڈھالا اور اسے سیرت نگاری تصور کرتے رہے''۔ (ایضاً، ص ۱۹۱-۱۹۲)

منصوبہ بند طریقے سے جو اعتراضات سیرتِ نبویؐ پر کیے گئے، اسے چند لوگوں کی کوشش بھی نہیں کہی جا سکتی، بلکہ ایسے لوگوں کی بڑی تعداد ہے۔ خاص طور پر اٹھارھویں اور انیسویں صدی

عیسوی میں ان بھدے اور دل شکن اعتراضات کو جلی سرخیوں کے ساتھ دہرایا گیا۔ جوزف وہائٹ، ہمفرے پریڈو، ریسکی، ریلانڈ، ریسکی، ایڈ منڈ ڈوٹے، سینٹ ہلری، دی انکونا، سائمن اوکلے، ایڈورڈ گبن، جارج سیل، گوئٹے، تھامس کارلائل، دیون پوٹ، باس ورتھ اسمتھ، اسٹینلے لین پول، رینان، واشنگٹن ارونگ، ایچ جی ویلز، کائتانی، بکر، گرم، ولہاوزن، جان کریمر، نولدیکی، اسپرنگر، دوزی، گولڈ زیہر، ویر، ڈیوڈ مارگولیتھ، ہنری لیمن، ولیم میور وغیرہ نے کم وبیش سیرتِ رسولؐ کو موضوع بحث بنایا۔ تفصیل میں جائے بغیر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں بہت سے لوگوں نے سیرتِ رسولؐ پر گفتگو کرتے ہوئے دانستہ یا غیر دانستہ ٹھوکریں کھائی ہیں اور کہیں نہ کہیں اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔ ’’ان کے اعتراضات میں شاطرانہ مہارت پائی جاتی ہے جسے رد کرنا عام انسان کے لیے آسان نہیں۔ یہ اعتراضات عیسائی دنیا کے لیے دل خوش کن، عالم اسلام کے لیے کرب انگیز اور غیر جانب دار لوگوں کے لیے گم راہ کن ہیں‘‘۔ یہ سب مغربی معاشرے کے ہی پروردہ ہیں، اس لیے ان سے بہتر توقع نہیں کی جاسکتی۔

بہ قول علامہ اسد: ’’یورپین کا رویہ اسلام کے بارے میں اور صرف اسلام ہی کے بارے میں دوسرے غیر مذاہب اور تمدنوں سے بے تعلقی کی ناپسندیدگی ہی نہیں، بلکہ گہری اور تقریباً بالکل مجنونانہ نفرت ہے۔ یہ محض ذہنی نہیں ہے، بلکہ اس پر شدید جذباتی رنگ بھی ہے۔ یورپ بدھشٹ اور ہندو فلسفوں کی تعلیمات کو قبول کرسکتا ہے اور ان مذہبوں کے متعلق ہمیشہ متوازن اور مفکرانہ رویہ اختیار کرسکتا ہے، مگر جیسے ہی اسلام کے سامنے آتا ہے، اس کے توازن میں خلل پڑ جاتا ہے اور جذباتی تعصب آجاتا ہے۔ بڑے سے بڑے یورپین مستشرقین بھی اسلام کے متعلق لکھتے ہوے غیر معقول جانب داری کے مرتکب ہو گئے ہیں ...... اس طریقۂ عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپ کے مستشرقین کے ادب میں ہمیں اسلام اور اسلامی تعلیمات کی بالکل مسخ شدہ تصویر ملتی ہے۔ یہ چیز کسی ایک خاص ملک میں محدود نہیں، بلکہ جرمنی، روس، فرانس، اٹلی، ہالینڈ، غرض ہر جگہ جہاں یورپین مستشرقین نے اسلام سے بحث کی ہے، انھیں جہاں کہیں بھی کوئی واقعی یا محض خیالی ایسی بات نظر آتی ہے جس پر اعتراض کیا جاسکے، وہاں ان کے دل میں بدنیتی کی مسرت کی گدگدی ہونے لگتی ہے‘‘۔ (محمد اسد، اسلام دوراہے پر، ۱۹۶۸ء، ص ۴۶-۴۷)

عصرِ حاضر میں اعتراضات

۲۰ویں اور رواں صدی میں بھی منفی رجحان کی اشاعت کے لیے مغرب سرگرم عمل ہے۔ یہاں تک کہ مادیت کا لالچ دے کر ضعیف الاعتقاد مسلمانوں کو بھی اس کام کے لیے گھسیٹا جاتا ہے۔ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کے علاوہ کئی مسلمان مرد و خواتین ہیں جو مغرب کے منصوبوں کو تقویت پہنچا رہی ہیں۔ یہ بات بھی بڑی دل چسپ ہے کہ کچھ لوگوں نے اسلام اور بانی اسلامؐ پر اعتراضات کیے ہیں وہ خود بھی بعض وقت اس سے ایسے بے زار ہوئے کہ سوائے قبول اسلام یا مدافعت اسلام کے ان کے سامنے کوئی دوسری راہ ہی نہ تھی۔اس طرح کے واقعات سے تاریخ و تذکرہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

علومِ اسلامیہ کے مطالعے کے لیے مغرب میں باضابطہ ادارے قائم کیے گئے۔مقصد یہ نہیں کہ اسلام کی خوبیوں کو تلاش کر کے اسے قابل استفادہ بنایا جائے اور اس سے رہنمائی حاصل کی جائے، بلکہ اس غرض سے اس کام کو انجام دیا گیا کہ کم زور پہلوؤں کو تلاش کر کے اور فرضی حوالوں کے ساتھ اسلام اور نبی اکرمؐ پر اعتراضات کیے جاسکیں۔مثال کے طور پر کلیسا کے زیر اثر پیٹر ونیریبل (Peter the Venerable) کے ایما پر ترجمہ قرآن کریم کی ناقص کوشش ۱۱۴۳ء میں سامنے آئی۔اس کا سہرا ایک انگریز 'رابرٹ' کے سر جاتا ہے۔اس نے قرآن کریم کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔اس کا مقدمہ ونیریبل نے لکھا۔اس گروہ کے بعض لوگوں نے اسے خوب پسند کیا، جب کہ اسی حلقے کے بعض دوسرے افراد نے اسے عیسائیت کے لیے ایک بدنما داغ قرار دیا، کیوں کہ اس میں حقیقت سے چشم پوشی اور فرضی باتوں کو غیر معمولی اہمیت دی گئی تھی۔

ونیریبل نے ان لوگوں کو جس بات کے ذریعہ خاموش کرانے کی کوشش کی اس سے اس کا تعصب اور لائحۂ عمل کھل کر سامنے آجاتا ہے۔کم وبیش یہی رویہ مستشرقین نے بعد کے ادوار میں اختیار کیا۔چنانچہ اس نے اپنے مقدمے میں صراحت کی ہے: ''اگر میری مساعی صرف اس لیے لاحاصل نظر آرہی ہیں کہ دشمن پر اس سے کوئی اثر نہیں ہوگا تو عرض یہ ہے کہ ایک عظیم بادشاہ کے ملک میں کچھ کام ضرورتوں کے پیش نظر اور کچھ کام آرایش و زیبایش کے لیے اور کچھ دونوں کے لیے کیے جاتے ہیں۔صاحب امن سلیمان نے دفاع کے لیے ہتھیار بنوائے جن کی ضرورت اس کے

دور میں نہیں تھی۔ داؤد نے ہیکل کی آرایشی اشیا تیار کروائیں، جب کہ یہ اشیا ان کے عہد میں استعمال نہیں کی جاسکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا کام لاحاصل نہیں کہا جاسکتا، کیوں اگر گم راہ مسلمان اس سے راہ حق پر نہیں لائے جاسکتے تو وہ محقق جو تلاش حق میں سرگرداں ہیں، چرچ کے ان کم زور اراکین کو آگاہ کرنے سے ہرگز گریز نہیں کریں گے جو بہ آسانی متزلزل ہوجاتے ہیں یا غیر ارادی طور پر معمولی باتوں سے ہراساں ہوجاتے ہیں''۔ (ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی، اسلام ،پیغمبرؐ اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر،ص ۱۳۹-۱۴۰)

اس طرح کی بے ہودہ کوششوں کا ایک تاریخی سلسلہ ہے۔ جارج سیل کا ترجمہ قرآن علمی حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔لیکن اس کے مقدمے میں جس دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ علم وتحقیق کے نام پر انتہائی شرم ناک بات ہے۔ مستشرقین کے علمی کام کی نوعیت کیا ہے اور اس کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما ہیں ،اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں: ''یہ بدطینت لوگ علم کے نام سے جوتحقیقات کرتے ہیں ،اس میں پہلے اپنی جگہ طے کر لیتے ہیں کہ قرآن کو بہرحال منزل من اللہ تو نہیں ماننا ہے۔اب کہیں نہ کہیں سے اس امر کا ثبوت بہم پہنچانا ضروری ہے کہ جو کچھ محمدؐ نے اس میں پیش کیا ہے یہ فلاں فلاں مقامات سے چرائے ہوئے مضامین اور معلومات ہیں۔اس طرز تحقیق میں یہ لوگ اس قدر بے شرمی کے ساتھ کھینچ تان کر زمین اور آسمان کے قلابے ملاتے ہیں کہ بے اختیار گھن آنے لگتی ہے اور آدمی کو مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ اگر اسی کا نام علمی تحقیق ہے تو لعنت ہے اس علم پر''۔(سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت سرور عالمؐ، دہلی، ج۱،ص ۴۲۳)

متشرقین کا اعتراف عظمتِ رسولؐ

دنیا میں بے شمار مذاہب ہیں ،مگر خود انھیں اپنے بانیانِ مذہب اوران کی تعلیمات کا صحیح علم نہیں ہے، جب کہ نبی اکرمؐ کی شخصیت ساری دنیا کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔'مارگولیتھ'نے سیرتِ رسولؐ پر کتاب لکھی۔اس کی ابتدا ہی وہ اس طرح کرتا ہے:''حضرت محمدؐ کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کو ختم کرنا ممکن نہیں ،لیکن ان میں جگہ پانا شرف کی بات ہے''۔ (ڈاکٹر ایس مارگولیوتھ، Mohammad and the Rise of Islam Condon,, ۱۹۲۳ء، نیویارک،ص ۱۱۱)

● بیروت کے مسیحی اخبار الوطن نے ۱۹۱۱ء میں لاکھوں عرب عیسائیوں سے سوال کیا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ اس کے جواب میں ایک عیسائی عالم' داور مجاعض' نے مختلف محاسن کے ذریعے ثابت کیا کہ محمدؐ دنیا کی سب سے عظیم ہستی ہیں۔

● 'مائکل ہارٹ' نے دنیا کی ۱۰۰ عظیم ہستی' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اپنے انتخاب میں اس نے نبی اکرمؐ کو سب سے اونچا مقام دیا ہے اور سب سے پہلے آپؐ کا ذکر کیا ہے۔ وہ اپنے مضمون کی ابتدا ان الفاظ میں کرتا ہے:

محمد تاریخ کے واحد شخص تھے جنھوں نے اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کی، مذہبی سطح پر بھی اور دنیاوی سطح پر بھی۔ محمد نے معمولی حیثیت سے آغاز کر کے ایک عظیم ترین مذہب کی بنیاد رکھی اور اس کو پھیلایا۔ وہ انتہائی موثر سیاسی لیڈر بن گئے۔ ان کی وفات کے ۱۳ صدیوں بعد آج بھی ان کے اثرات غالب اور طاقت ور ہیں''۔ (مائیکل ہارٹ، *The 100*، ۱۹۷۸ء، نیویارک)

● مغرب کے دوش بہ دوش یا اس کی برپا کی ہوئی تحریک کے زیر اثر ہندستان میں بھی ایسے غیر مسلم مفکرین کی کمی نہیں، جنھوں نے سیرت رسولؐ کا مطالعہ ہر دو پہلو سے کیا ہے۔ موقع و محل سے فائدہ اٹھا کر انھوں نے بھی محمدؐ پر زبان طعن دراز کی ہے۔ گنگا پرساد اوپادھیائے بھی انھی لوگوں میں ایک ہیں۔ انھوں نے اسلام کا مطالعہ تعصب کی عینک لگا کر کیا ہے۔ ان کی معروف کتاب مصابیح الاسلام اس کی آئینہ دار ہے۔ اس میں انھوں نے اسلام کے بہت سے موضوعات سے بحث کی ہے اور جگہ جگہ اسلامی اصول واقدار پر نشتر زنی کی ہے۔ کتاب کے مقدمے میں اپنی لچھے دار باتوں سے ہر دو فریق کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور خود کو غیر جانب دار بتایا ہے۔ باوجود اپنی عناد کے وہ نبیؐ کے متعلق لکھتا ہے: ''حضرت محمد صاحب کے لیے یہ کچھ کم عزت کی بات نہیں ہے کہ ان کی حسین حیات میں ان کی عظمت کا سکہ سارے عرب میں بیٹھ گیا اور روے زمین کی آبادی کا ایک حصہ آج بھی حضرت محمد صاحب کا معتقد ہونے میں اپنا فخر سمجھتا ہے...... جب میں قرآن شریف پڑھنے لگتا ہوں تو حضرت محمدؐ کے خردمندی اور حوصلے کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا، اگرچہ میرے اعتقادات اور مروجہ مسلمانوں کے اعتقادات میں مشرق و مغرب کا بُعد ہے''۔ (گنگا پرساد اوپادھیائے، مصابیح الاسلام، الٰہ آباد، ۱۹۶۳ء، ص ۹-۱۰)

بحث اس سے نہیں کہ اس طرح کی نگارشات میں مثبت یا منفی پہلو کا تناسب کتنا ہے۔ بددیانتی بہرحال مذموم چیز ہے۔ وہ بھی اس عظیم ہستی کے حق میں جس نے دنیا کو گل زار بنا دیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہر دو پہلو سے نبیؐ کی مقبولیت ہی واضح ہوتی ہے۔ کیوں کہ اس کے منفی عزائم سے اسلام اور سیرتِ نبویؐ کے بعض ایسے گوشے سامنے آئے ہیں جو پردۂ اخفا میں تھے، البتہ اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ضرور ہوتی ہے۔ اس کی اجازت دنیا کا کوئی مذہب نہیں دیتا۔ پیغمبر خدا کا نمایندہ ہوتا ہے اور اس کی شخصیت ہر قسم کے عیوب سے پاک ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی تکریم اور تعظیم ضروری ہے۔ بالخصوص مغرب نے اہانتِ رسولؐ کی جو تاریخ رقم کی ہے، وہ انتہائی شرم ناک ہے۔

● مئی ۱۸۴۰ء میں ایک عیسائی دانش ور' کارلائل' نے اپنے طویل خطبہ سیرت میں خاص طور پر اہلِ مغرب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا: ''وہ لوگ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر انگشت نمائی کرتے ہیں، آپ کو جاننا چاہیے کہ وہ اپنے جھوٹ کا جالا کہاں بُنتے ہیں؟ ان لوگوں کے حسد پر جنھوں نے دو تین صدیوں بعد اس مقدس ہستی کے بارے میں کہانیاں گھڑیں۔ خدا کی قسم! محمدؐ اتنے عظیم انسان تھے کہ اگر انھوں نے کوئی غلطی بھی کی ہوتی تو زمانے بھر کے لیے بھلائی اور خوبی کا معیار بن جاتی۔ میں ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ نسل درنسل دنیا میں لوگ آتے رہیں گے، جاتے رہیں گے، صحرا کے اس فرزند کی عظمت کو پوری طرح ایک شخص بھی سمجھ نہ سکے گا۔ ریت کے سمندر میں پیدا ہونے والی ہستی دنیا بھر کو گلزار بنانے کا درس دے گئی۔ (کارلائل کا خطبہ 'ششماہی مجلّہ السیرۃ (شمارہ ۱۷، مارچ ۲۰۰۷ء، ص ۳۶۶)

مقبولیتِ رسولؐ میں اضافہ

اہلِ مغرب نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اعتراضات کیے ہیں، اس سے دنیا کا ہر سنجیدہ آدمی واقف ہے۔ اس کی اصلیت بھی بڑی حد تک اس پر آشکارا ہو چکی ہے۔ کارلائل نے بھی کہا تھا کہ مغربی تعصب نے نبی کو ایک مکروہ صفت انسان بنانے کی جو جنگ چھیڑ رکھی ہے، اس سے مفید نتیجہ برآمد نہیں کیا جاسکتا، اس طرح تو ان کی مقبولیت میں ہی اضافہ ہوا ہے: ''محمدؐ کے بارے میں ہمارے موجودہ خیالات (۱۸۴۰ء) کہ وہ (نعوذ باللہ) ایک جعلی پیغمبر تھے، اور ان کا پیش کردہ مذہب بے سروپا عقیدوں کا مجموعہ ہے، غور وفکر کی روشنی میں یہ خیال صاف پگھلتے ہوئے

دکھائی دیتے ہیں ۔جس طرح دروغ گوئی کا انبار ہم نے اس مقدس ہستی کے گرد لگا دیا ہے وہ عظیم ہستی کے لیے نہیں مسیحیوں کے لیے باعث شرم ہے۔ گذشتہ ۱۲ صدیوں کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے اس پیغمبر عالی مقام کا پیغام آج بھی ۱۸رکروڑ انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ کیا یہ ۱۸ کروڑ انسان خدا کے بنائے ہوئے نہیں ہیں؟ اگر ہم ان تمام افراد کو بھٹکے ہوئے اور گم کردہ راہ سمجھیں تو سوچنے کا مقام ہے۔کیا جعلی پیغام بارہ صدیوں تک اس کامیابی سے آگے بڑھ سکتا ہے؟ کیا میرے ہم مذہب بھائی بہن یہ بات نہیں جانتے کہ آج بھی کرۂ ارض میں قرآن کریم کے اصول آگے بڑھ رہے ہیں۔ بناوٹ بناوٹی ہوتی ہے اور اسے ظاہر ہونے میں صدیاں نہیں لگتیں''۔ (ایضاً،ص ۳۶۵)

ایک نبی جو انسانوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا گیا ہے اس میں اس قدر تناقص کا جمع ہونا محال ہے۔ چنانچہ مغرب کی طرف سے اب جو اعتراضات اٹھائے گئے ان میں وہ بات نہ رہی جو پہلے سے چلی آرہی تھی، پھر بھی اس کی نیت پاک نہیں رہی۔اب ان کے دعووں کے دبدبے طنطنے میں بدل گئے، لے وہی رہی، سُروں میں فرق آ گیا۔اس جداگانہ طریق کار سے بھی جو بات نکل کر سامنے آئی وہ بھی اہانت رسولؐ پر ہی مبنی ہے۔

ایسا کبھی نہیں ہوا کہ قابل ملامت شخصیت پر دنیا کی توجہ ہمیشہ مرکوز رہی ہو۔اگر (نعوذ باللہ) نبیؐ ایسے تھے تو دنیا نے اس کے ذکر میں اپنا وقت کیوں صرف کیا اور نتائج اخذ کرنے میں اپنے صاف وشفاف ذہن پر بوجھ کیوں ڈالا؟ اس سے اس بات کا بھی پتا چلتا ہے کہ آپؐ ایک کامیاب انسان تھے، جس کی کوئی نظیر نہ پہلے تھی اور نہ بعد میں ہوسکتی ہے۔ چند لوگوں پر پاگل پن اور دیوانہ پن کا الزام لگا یا جاسکتا ہے، مگر آج دنیا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کی جو تعداد ہے اور اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنھیں مغرب کا بہترین دماغ کہا جاسکتا ہے، ان سب پر دیوانہ پن کا الزام کیسے درست ہوسکتا ہے۔تاریخ کے ہر دور میں آپ کے ماننے والوں کی تعداد میں حیرت انگیز طریقے سے اضافہ ہی ہوا ہے، کمی کبھی نہیں آئی۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے سیرتِ رسولؐ کو اپنے مطالعہ کا موضوع بنایا اور اس پر خاطر خواہ کام کر رہے ہیں۔

اس ضمن میں ڈاکٹر محمد حمیداللہ لکھتے ہیں: ''دنیا کی مختلف زبانوں میں بانیِ اسلام کی سوانح پر

ہزاروں کتب موجود ہیں۔ان کے مصنفوں میں اسلام کے دوست اور دشمن سبھی شامل ہیں۔تمام مصنف خواہ وہ رسول اسلام کو پسند کریں یا محض اس بات پر ناپسند کریں کہ ان مصنفوں کا تعلق اسلام کے مخالف مذاہب سے ہے، اس بات پر متفق ہیں کہ محمدؐ ایک عظیم انسان تھے۔جن مصنفوں نے جان بوجھ کر رسولِؐ اسلام کی زندگی اور تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے، ایسے مصنفوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔دراصل وہ بھی انھیں بالواسطہ طور پر خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔وہ رسولِؐ اسلام کی تعلیمات کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں، کیوں کہ وہ اس بات سے خوف زدہ ہیں کہ اگر انھوں نے اسلام کی صحیح تصویر پیش کر دی تو ان کے ہم مذہب گم راہ ہو جائیں گے، جنھیں وہ قبولِ اسلام سے روکنے کے لیے بانیِ اسلام کے متعلق بے سروپا کہانیاں گھڑ کر سناتے رہتے ہیں۔اس طرح کی ذہنی بددیانتی آج بھی جاری ہے۔ یہ بات تحیر خیز ہے کہ جدید مغرب کے زبردست مادی اور دوسرے وسائل کے باوجود حضرت محمدؐ کی ذات کے خلاف پروپیگنڈا کوئی نتائج پیدا کرنے میں ناکام رہا ہے، جن کی توقع اتنی بڑی تعداد میں کتابوں کی اشاعت، ریڈیو، ٹی وی نشریات اور فلموں کی نمایش کے بعد کی جاسکتی ہے۔ہم نہیں جانتے کہ جتنے وسائل عیسائی مشنریوں اور کمیونسٹوں کو حاصل ہیں ،اگر اسلام اتنے ہی وسائل سے بہرہ ور ہوتا تو دنیا کا کیا رخ ہوتا۔لیکن اس کے باوجود یہ ایک عیاں حقیقت ہے کہ مسیحی کمیونسٹ مغرب دونوں میں اسلام نہایت تیزی سے پھیل رہا ہے۔دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد ۳۰ سال کے دوران انگلستان میں کوئی ایک ۱۰۰ سے زائد مساجد تعمیر ہوئی ہیں، جرمنی اور فرانس بھی اس میدان میں انگلستان سے پیچھے نہیں۔امریکی سفید فاموں میں بھی قبول اسلام کے واقعات کی کمی نہیں۔ چنانچہ اسلام کو گلے لگانے والوں میں سفرا، پروفیسر اور دیگر معزز پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں۔یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ہر سال سیکڑوں سیاح استنبول میں مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں، جہاں اناطولیہ کی نسبت مذہبی جوش و خروش زیادہ نہیں''۔(ڈاکٹر محمد حمیداللہ،محمدؐ رسول اللّٰہ،۲۰۰۳ء،ص۲۵۳-۲۵۴)

ایک خوش آیند پھلو!

اعداد و شمار سے پتا چلتا ہے کہ دنیا میں ہر روز کم و بیش ۴لاکھ ۳۲ ہزار افراد اسلام قبول کرتے ہیں۔اس میں ۳ ہزار ۵ سو عیسائی ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ اچھی خاصی تعداد ان گرجوں کی ہے

جو مسجدوں میں تبدیل ہوگئی ہیں اور وہاں سے ندائے توحید بلند ہو رہی ہے۔ برطانیہ میں ۱۹۹۵ء کے اعداد و شمار کے مطابق چرچ جانے والے عیسائیوں کی تعداد ۸ لاکھ ۵۴ ہزار تھی، جب کہ پابندی سے مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی تعداد ۵ لاکھ ۳۶ ہزار ہے۔ کرسچین ایسوسی ایشن کے سروے کے مطابق چرچ سے تعلق رکھنے والے عیسائیوں کی تعداد سالانہ ۱۴ ہزار کم ہو رہی ہے، جب کہ مسجد جانے والے مسلمانوں کی تعداد میں سالانہ ۳۲ ہزار کا اضافہ ہو رہا ہے (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، شمع فروزاں، ۲۰۰۷ء، ج ۱، ص ۲۲۹)۔ یہ اعداد و شمار بالکل صحیح ہیں تو اسلامی دنیا کے لیے یہ بڑا ہی خوش آیند پہلو ہے۔

پوری دنیا کو بالعموم اور خاص طور پر مغربی دنیا کو بالخصوص اپنی تہذیبی اقدار کے فنا ہو جانے کا جس سے خطرہ لاحق ہے، وہ اسلام اور مسلمان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کو مٹانے کی منظّم کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن کیا اس کے ذریعے وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہوں گے؟ اس کی نفی کرتے ہوئے کے۔ ایل۔ گابا نے بجا طور پر لکھا ہے: ''اسلام اب تک نہ صرف ایک زبردست زندہ قوت کی حیثیت سے موجود ہے، بلکہ روز بروز ترقی کی جانب گامزن ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے بلقانیوں کا حسد، یہودیوں کی نفرت، ہندوؤں کا تعصب اور روس کی مخاصمت بھی روز بروز بڑھتی جارہی ہے''۔ (کے ایل گابا، پیغمبر صحرا (اُردو ترجمہ) ص ۸)

جارج برناڈ شا اپنے زمانے کے مغربی مصنفین کی فہرست میں اول جگہ پانے کا مستحق ہے، اس کے قلم نے کوئی میدان ایسا نہیں چھوڑا، جہاں اس نے جولان گاہی نہ دکھائی ہو اور اس کے قلم کے حملوں سے شاید ہی کوئی مذہب بچا ہو۔ اس کے زورِ قلم کا یہ عالم ہے کہ جو کچھ لکھا دنیا میں پھیل گیا۔ اس نے ایک کتاب لکھی جس میں تمام مذاہب کے علما کی مجلس کے بحث و مباحثہ کی تفصیل درج ہے۔ اس مجلس کا وہ خود روح رواں اور اس میں شریک تھا۔ سب نے ایک دوسرے کے مذہب کا خوب مذاق اڑایا۔ اس کے بعد برناڈ شا جس نتیجے پر پہنچتا ہے، اس کا اظہار وہ اس طرح کرتا ہے: ''۱۰۰ برس کے اندر اندر اور بالخصوص انگلستان کو کوئی ایسا مذہب اختیار کرنا پڑے گا جو یا تو اسلام ہوگا یا اسلام سے بہت کچھ ملتا جلتا ہوگا''۔ (ماہ نامہ دار العلوم، دیوبند، فروری ۲۰۰۱ء، ج ۸۵، شمارہ ۲، ص ۴۳-۴۴)

بالفرض اگر نبوت سے ہٹ کر ایک عام انسان کی طرح نبی اکرمؐ کفار مکہ کو وعظ و پند کرتے

اور انھیں برائیوں سے روکنے کی تلقین کرتے تو وہ آپؐ کی مخالفت کرنے کے بجاے آپؐ کو دیوتا بنا کر آپ کی پوجا شروع کر دیتے اور کوئی بعید نہ تھا آپؐ کا بھی ایک بت تراش کر خانہ کعبہ میں آویزاں ۳۶۰ بتوں کے ساتھ کر دیتے اور طواف کے وقت ان کے نام کا ورد کرتے۔ یا پھر آپؐ ان کے عقائد اور ان کے افعال شرک کی مذمت نہ کرتے تو بھی وہ آپؐ کی مخالفت نہ کرتے۔ لیکن چونکہ اسلام اسی شرک اور برائی کو مٹانے کے لیے آیا تھا، اس لیے نبیؐ کی ذات سے اس بات کی توقع ہرگز نہیں کی جاسکتی کہ آپؐ مصالحت کر لیتے۔ اس کے برخلاف معاندین اسلام نے عقائد وایمان کے باب میں اپنے دماغ کو نہیں کھپایا، کیوں کہ انسان کی زندگی میں اس کی کیا اہمیت ہے وہ اس پر واضح ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے مگر آپؐ کی سیرت وشخصیت پر حد درجہ رکیک حملے کیے تاکہ مسلمان اپنے نبیؐ سے برگشتہ ہو جائیں اور دوسرے لوگ بھی اس کے قریب نہ جائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی ذات کو ہر پہلو سے پوری انسانیت کے لیے اسوہ اور نمونہ بنادیا اور ''آپ کے ذکر کو سارے جہان میں بلند کر دیا'' (الم نشرح:۴)۔ دوست ہوں یا دشمن، کافر ہوں یا مشرک، مسلمان ہوں یا غیر مسلم، ہر کوئی اس سے رہ نمائی حاصل کر سکتا ہے اور اپنی زندگی کو جنت نشان بنا سکتا ہے۔ لیکن یہ عمدہ صفات مغرب ہی نہیں، ہر کسی کو اس لعنت سے دور رکھتی ہیں جس میں گھر کر وہ اپنی انسانیت کو بھول جاتا ہے اور برائیوں میں ملوث ہو جاتا ہے۔ چونکہ انسان کی فطرت بھی کچھ اس طرح کی ہے کہ زیادہ دنوں تک وہ برائیوں کو برداشت بھی نہیں کر سکتی، اور اپنی زندگی کے کسی مرحلے میں بھی مذہب سے بے گانہ ہونے اور اس کی تعلیمات کو فراموش کر دینے کے باوجود ان برائیوں کو قبول کرنے یا تسلیم کرنے سے مانع ہو جاتی ہے۔ جب یہ باتیں کسی بھی سنجیدہ انسان کے قلب وذہن میں آسکتی ہیں تو اس بات کو تسلیم کر لینے میں کیا قباحت ہے کہ نبیؐ کا نافذ کردہ دین اور آپؐ کے خصائص اور آپؐ کی تعلیمات سے دنیا میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے جس کی متقاضی خود فطرت انسانی ہے۔ کیا دنیا نے یہ نہیں دیکھا کہ مختصر عرصے میں خاص کر عرب معاشرہ گوناں گوں صفات کا حامل ہو گیا جنھیں دیکھ کر قوموں اور ملکوں کی تقدیر بدل گئی اور خود ان کی زندگی روشن اور تابناک۔ لیکن یہ باتیں تسلیم کرنے کے ساتھ ہی ان کے مفاد مجروح ہونے لگتے ہیں، اس لیے مغرب نے اپنی عارضی اور بہ ظاہر خوش نما زندگی کو نکھارنے کا پیمانہ ہی بدل دیا، جس پر کوئی دوسرا

پورا ہی نہیں سکتا۔ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی: ''مغرب اپنی عیسائی قدروں پر دیگر عظام کو پرکھنے کی کوشش کرتا ہے۔اس کے نزدیک ہر عظیم آدمی کو گوری رنگت کا ہونا چاہیے۔مذہباً وہ عیسائی ہو اور صرف عیسائی ہی نہیں کیتھولک عیسائی ہو۔اس کی زبان لاطینی ہو،اس کی فکر افلاطونی ہو، رہن سہن مغربی ہو،کردار افسانوی ہو۔اگر یہ سب اس میں نہ ہوتو اس کی عظمت نا قابل تسلیم رہتی ہے۔ظاہر ہے کہ ان خودساختہ پیمانوں پر کوئی غیر مغربی اتر ہی نہیں سکتا۔یہ خامی پیمانے کی ہے اور جب تک پیمانے کی خامی دور نہ ہوگی پیمایش کی صحت کا تصور بھی نہیں پیدا ہوسکتا''۔(ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی، اسلام ،پیغمبرؐ اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر،ص۳۲۱)

مغرب اپنے عزائم اور منصوبوں میں کامیاب ہوگا کہ نہیں، اس کا ہلکا سا اشارہ مذکورہ اعداد وشمار میں کیا جاسکتا ہے۔دین اسلام غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔مسلمانوں کے پاس جب تک قرآن اور اس کے نبی کی تعلیمات موجود ہیں، اسے کوئی طاقت یا کوئی بھی پروپیگنڈا دبا نہیں سکتا۔یہی بات نبی آخرالزماںؐ نے اپنے آخری وقت میں فرمائی تھی: ''میں تمھارے درمیان دو چیزوں کو چھوڑے جارہا ہوں، جب تک اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے کبھی گم راہ نہ ہو گے۔ایک قرآن اور دوسری اپنی سنت'' (عبدالرؤف المناوی،فیض القدیرشرح جامع الصغیر، ۱۹۳۸ء،ج ۲، ص ۲۴۰)۔دین کے دشمن خدا کے نورانی چراغ کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں،وہ اس میں ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے اور یہ نورانی چراغ ہمیشہ روشن اور چمکتا رہے گا۔اللہ نے آپؐ کے ذکر کو ہمیشہ کے لیے بلند کردیا ہے، کیوں کہ آپ نبی برحق اور آخرالزماںؐ ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ o کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ o (المجادلہ ۵۸:۲۰-۲۱) بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کررہے ہیں وہی ذلیل ہوں گے۔اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔بے شک اللہ قوی ہے، بڑا زبردست ہے۔

(مقالہ نگار محقق ہیں اور ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی،علی گڑھ سے وابستہ ہیں)۔